مالکان خوشحال، مزدور زبوں حال

مجھے عورت ہونے کے ناطے گھر میں اور کام کی جگہ پر بھی امتیازی سلوک کا سامنا کرنا پڑتا ہے

کیس اسٹڈی: لیبر ایجوکیشن فاؤنڈیشن

میرا نام زاہدہ (فرضی نام) ہے۔ میری عمر 29 سال ہے۔ میری ابھی شادی نہیں ہوئی۔ میں اپنی فیملی کے ساتھ فیصل آباد شہر کے ایک محلے میں رہتی ہوں۔ گھر کے معاشی حالات ابتر ہونے اور بچپن میں والدہ کے فوت ہونے کی وجہ سے گھر کے کام کاج میں مصروف ہوگئی۔ اس وجہ سے صرف میٹرک تک ہی تعلیم حاصل کر سکی۔ اس کے بعد بطور ورکر فیکٹری میں کام کرنے لگی اور گذشتہ 4 سالوں سے مختلف گارمنٹ فیکٹریوں میں بطور مشین آپریٹر، پیکنگ اور فولڈنگ کا کام کرتی رہی ہوں۔ اس وقت بھی ایک گارمنٹ فیکٹری میں بطور پیکر کام کر رہی ہوں۔ اس فیکٹری میں تقریباً 450 ورکرز کام کرتے ہیں جس میں 250 کے قریب خواتین ورکرز ہیں۔ مشین پر پیس تیار ہو کر کے باہر نکالا جاتا ہے تو پھر اس کو سائز کرنا اور فولڈ کرنا ہوتا ہے، اس کے بعد ٹیگ لگا کر پولی پیک کرتی ہوں۔ میں ایک ہنرمند ورکر ہوں مگر میری تنخواہ اس وقت 17500 روپے ہے جو میرے ہنر اور مہنگائی کے تناسب سے بہت کم ہے۔ ڈیوٹی 10 سے 12 گھنٹے روزانہ لی جاتی ہے۔ 8 گھنٹے سے زائد کام کرنے کی صورت میں ڈبل معاوضہ کی بجائے سنگل اوورٹائم ملتا ہے اور اس میں بھی کٹوتی کر لی جاتی ہے۔ ہفتہ واری چھٹی نہیں ہے۔ سوشل سکیورٹی اور ای او بی آئی میں میرے سمیت ایک ورکر کی بھی رجسٹریشن نہیں ہوئی اور نہ ہی بھرتی لیٹرز دیئے گئے ہیں۔ کام کے دوران صرف 15 منٹ کا وقفہ ہے۔ اس ٹائم میں واش روم جانا، کھانا کھانا اور نماز ادا کرنا ہوتی ہے۔ پیشہ وارانہ صحت اور سلامتی کے حوالے سے حالات قدرے بہتر ہیں مگر ورکرز کو کسی ناگہانی صورتحال سے بچنے کے لیے کسی قسم کی تربیت نہیں دی جاتی۔ فیکٹری سے میں جو تنخواہ وصول کرتی ہوں اس میں سے زیادہ پیسے گھر والوں کو دے دیتی ہیں جو گھر کی ضروریات پر خرچ ہو جاتے ہیں۔ کچھ پیسے اپنے پاس رکھتی ہوں جو روزانہ گھر سے فیکٹری تک آنے جانے کے لیے کرایہ پر خرچ ہو جاتے ہیں۔ ماہانہ کسی قسم کی کوئی بچت نہیں ہوتی۔ فیکٹری میں ملازمت اور تنخواہ کے حوالے سے مرد اور خاتون ورکرز میں فرق بھی رکھا جاتا ہے۔ خواتین ورکرز کا زیادہ استحصال کیا جاتا ہے۔ ایک جیسے کام میں عورتوں کو مردوں کی نسبت کم تنخواہ دی جاتی ہے اور عورتوں کا ڈیوٹی ٹائم بھی زیادہ ہے۔

دوران ڈیوٹی ایک مشکل یہ بھی پیش آتی ہے کہ ہمارا سپروائزر اور دیگر انتظامیہ کے عملے میں تمام مرد ہیں اور ہم خواتین ورکرز کو بلاوجہ حیلوں بہانوں سے بلاتے رہتے ہیں۔ بری نگاہ سے دیکھتے ہیں اور عجیب وغریب نازیبا باتیں کرتے ہیں۔ اگر کوئی خاتون ورکر ان کی بات پر توجہ نہ دے تو ڈانٹ ڈپٹ کرتے ہیں۔ معمولی معمولی بات پر بے عزتی کر دیتے ہیں۔ فیکٹری میں کوئی شکایت سیل یا اینٹی ہراسمنٹ کمیٹی نہیں ہے۔ بیشتر خواتین ورکرز اس ہتک آمیز اور ناروا سلوک کی وجہ سے ملازمت چھوڑ چکی ہیں۔ یہ تو فیکٹری ہے جہاں غیر مردوں سے واسطہ پڑتا ہے مگر مجھے تو عورت ہونے کے ناطے گھر میں بھی امتیازی سلوک کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ میرے گھر میں بھائیوں کا زیادہ خیال رکھا جاتا ہے۔ مجھے

جائیداد میں بھی حصہ نہیں دیا گیا اور کہا گیا ہے کہ آپ کی شادی کرنی ہے، جہیز بنا کر دینا ہے۔ اگر حصہ مانگا تو بھائی ناراض ہو جائیں گے۔ جب گھر سے فیکٹری جاتی ہوں تو دو جگہ سے چنگ چی رکشہ یا وین بدلنا پڑتی ہے۔ جس سٹاپ پر انتظار میں کچھ دیر کھڑا ہونا پڑے تو آنے جانے والے آوازیں کستے ہیں اور عجیب نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ گھر سے فیکٹری تقریباً ایک گھنٹہ کی مسافت پر ہے۔ اگر کبھی دس پندرہ منٹ لیٹ پہنچیں تو تنخواہ سے کٹوتی کر لیتے ہیں۔ فیکٹری میں مذہبی بنیادوں پر کام اور تنخواہ کے حوالے سے بھی امتیاز برتا جاتا ہے۔ جس عہدے پر میں کام کرتی ہوں اس میں ترقی اور مہارت کے حوالے سے آگے بڑھنے کے کوئی امکانات نہیں ہیں۔

کیونکہ یہاں مہارت کے لحاظ سے تنخواہ بڑھائی نہیں جاتی اور نہ ہی محنت کی قدر کی جاتی ہے۔ مزدوروں کے حقوق کے تحفظ کے لیے کوئی یونین بھی موجود نہیں۔ نہ ہی ورکرز کو اکٹھا ہونے دیتے ہیں۔ جہاں کہیں پانچ سات ورکرز اکٹھے ہوں تو ان پر نظر رکھتے ہیں۔ البتہ میں فیکٹری سے باہر ٹیکسٹائل پاورلوم گارمنٹ ورکرز یونین پنجاب کی ممبر ہوں اور اسی کے توسط سے مجھے لیبر ایجوکیشن فاؤنڈیشن کی چند ٹریننگ ورکشاپس اور میٹنگز میں جانے کا اتفاق ہوا جس کی وجہ سے مجھے کسی حد تک لیبر قوانین اور ورکرز حقوق کے بارے جانکاری ملی۔ مجھے پتا چلا کہ یونین سازی، سوشل سکیورٹی، ای او بی آئی، بھرتی لیٹر، 8 گھنٹے ڈیوٹی، ہفتہ واری چھٹی وغیرہ مزدوروں کے قانونی حقوق ہیں۔

کرونا کے حوالے سے بھی مزدوروں پر بہت منفی اثرات مرتب ہوئے۔ بڑی تعداد میں فیکٹریوں سے مزدوروں کو فارغ کیا گیا۔ بیشتر فیکٹریوں میں مزدوروں کو ڈیڑھ ڈیڑھ ماہ کی تنخواہیں نہیں دی گئیں۔ البتہ ہماری فیکٹری جو لاک ڈاؤن کی وجہ سے ڈیڑھ ماہ بند رہی تو فیکٹری مالک کی جانب سے بندش کے دورانیہ کی تنخواہ بھی دی گئی اور راشن بھی دیا گیا جو ورکرز کے لیے ایک اچھا اقدام تھا۔ مگر جب مئی 2020ء میں دوبارہ کام شروع ہوا تب بھی بڑی پریشانی تھی کیونکہ پرائیویٹ کنوینس میں لوگوں کا رش ہوتا تھا۔ کرونا کا خوف بھی تھا، سماجی فاصلہ رکھنا بھی مشکل تھا، ان تمام مشکلات کے باوجود مجبوراً کام پر جاتی رہی ہوں۔ سماجی تحفظ کے حوالے سے حکومت اور متعلقہ اداروں سے تو کچھ نہ ملا مگر لیبر ایجوکیشن فاؤنڈیشن کی جانب سے راشن بیگ ملا۔ شکر ہے کہ ذاتی طور پر اور میرے خاندان کے دیگر افراد کرونا وباء سے اب تک محفوظ ہیں۔ کرونا وباء جب عروج پر تھی، صرف چند دن فیکٹری میں ماسک اور سینیٹائزر کے استعمال کی پابندی کی گئی اور ماسک بھی ورکرز کو خود خریدنا پڑتا تھا۔ مگر اب فیکٹری میں کسی قسم کا انتظام نہیں ہے۔ نہ کوئی ماسک لگاتا ہے نہ سینیٹائزر اور نہ ہی سماجی فاصلے کا خیال رکھا جاتا ہے۔ حالات آج کل قدرے بہتر ہیں۔ فیکٹری میں دن رات کام ہو رہا ہے۔ آرڈرز کی بھرمار ہے۔ مالکان خوشحال ہیں مگر مزدوروں کے حالات جوں کے توں ہیں۔ گذشتہ دو سالوں سے ہماری نہ تنخواہ بڑھی ہے، نہ سوشل سکیورٹی اور نہ ای او بی آئی میں رجسٹریشن ہوئی ہے اور نہ ہی کوئی دیگر سہولت دی گئی ہے۔ مجھے ایسا لگتا ہے کہ مستقبل میں ایسا ہی چلتا رہے گا اور پاکستان میں مزدوروں کے حالات کار نہیں بدلیں گے۔ انفارمل سیکٹر میں مزدوروں کے حالات اس سے بھی ابتر ہیں۔ ہاں البتہ حکومت چاہے تو مزدوروں کے حالات بدل سکتے ہیں۔ میرا مطالبہ ہے کہ مزدوروں کی ملازمت مستقل ہو، ملازمت کا تحفظ ہو۔ کم از کم تنخواہ ماہانہ 30000 روپے ہو، ورکرز کے بچوں کی تعلیم مفت ہو۔ ڈیوٹی 8 گھنٹے، مزدوروں کو اکٹھا ہونے یعنی یونین بنانے کی مکمل آزادی ہو۔ خواتین ورکرز سے رات گئے تک یعنی زیادہ دیر تک کام کروانے پر پابندی ہو کیونکہ رات کو خواتین ورکرز کو آنے جانے میں بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور گھر والے بھی اکثر پریشان رہتے ہیں۔ اگر مزدور منظم ہوں تو ہی مزدوروں کے حالات میں کچھ بہتری آسکتی ہے۔